مطبوعات

اسلام زندہ باد | مرتبہ عبدالمجید صاحب قرشی - سیرت کمیٹی پٹی (ضلع لاہور) قیمت عہ فی جلد -

کتاب دو بابوں پر منقسم ہے - پہلے باب میں کچھ غیر معمولی آدمیوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کی حکایتیں درج ہیں - یہ حکایتیں کچھ ایسے انداز میں بیان کی گئی ہیں کہ انہوں نے کرشموں اور معجزوں کی صورت اختیار کرلی ہے - اور دراصل مرتب کا مقصد بھی یہی دکھلانا ہے کہ اسلام دنیا میں کن کن عجیب غریب طریقوں سے پھیلتا ہے - مثلاً ایک بنیے کا بیٹا اسلیے مسلمان ہوا کہ کلمے کا روپیہ ایک روپیہ چھ آنے میں فروخت ہوگیا - ایک انگریز جرنلسٹ ہندوستانی مسلمانوں کا پلاؤ کھاتے ہی اسلام پر فریفتہ ہوگیا - اور ایک ہندو عورت اس وجہ سے صداقت اسلام کی قائل ہوگئی کہ اسکی ناک میں ہندو عورتوں کے جسم سے بو آتی تھی اور مسلمان عورتوں کے جسم سے نہ آتی تھی - ممکن ہے کہ یہ قصے صحیح ہوں - ان سے زیادہ عجیب قصوں کے بھی صحیح ہونے کا امکان ہے - مگر یہ سمجھنے سے ہم قاصر ہیں کہ ان مختصر افسانوں کی تبلیغی قدر و قیمت آخر کیا ہے - نہ انہیں پڑھ کر کوئی غیر مسلم اسلام کی حقانیت پر ایمان لاسکتا ہے، اور نہ ان کے مطالعہ سے کوئی مسلمان اپنے دین کی تبلیغ کے لیے تیار ہو سکتا ہے - البتہ جاہل مسلمان عوام انہیں پڑھ پڑھ کر جھوم ضرور سکتے ہیں -

اس باب کا عنوان ہے "اسلام کی شان"۔ ناظرین کی توجہ مبذول کرنے کے لیے پہلی چار حکایتیں ڈاکٹر اقبال مرحوم سے روایت کی گئی ہیں؟ اس سے ذرا ہٹ کر خالد لطیف گا با کا نام آتا ہے -

دوسرے باب کا عنوان ہے "مسلمان کی شان"۔ اس میں تاریخ اسلام اور تاریخ مسلمین

کی بعض شخصیتوں کے احوال اور کارنامے درج کرکے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہی وہ ہستیاں ہیں جنکی اعلیٰ سیرت، بلند اخلاق اور معرکہ آرائیوں نے اہل دنیا کے دلوں پر اسلام کا سکہ جمایا۔ کتاب کے اس حصہ میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سلطان صلاح الدین ایوبی اور مصطفےٰ کمال ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ اسی پراگندہ خیالی کا مظاہرہ ہے جس میں آج کل عام طور پر مسلمان مبتلا ہیں۔ دونوں حصوں میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان میں سے کم ہی ایسے ہیں جو اسلام کی اصل روح و جوہر کا اظہار کرتے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی ترتیب میں وقت کی مانگ کا زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسے معنون کیا گیا ہے مسٹر جناح، سر سکندر حیات خاں اور مسٹر فضل الحق جیسے بزرگ اور ثقہ مسلمانوں کے نام۔

ناموران اسلام | تالیف محمد حسین حسان صاحب جامعی۔ قیمت مجلد عہ۔ مکتبۂ جامعہ دہلی۔

اس کتاب کا نام غلطی سے "ناموران اسلام" رکھ دیا گیا ہے۔ دراصل یہ نامور مسلمانوں کا تذکرہ ہے اور "مسلم نیشنلزم" کی ضروریات کے لیے لکھا گیا ہے۔

سید جمال الدین افغانی نے پچھلی صدی میں "مسلم نیشنلزم" کی تحریک اٹھائی تھی۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی وہاں تو یہ تحریک بہت جلدی مقامی وطنی نیشنلزم میں تحلیل ہو گئی مگر ہندوستان کے مخصوص حالات کی وجہ سے یہاں اس نے گہری جڑیں پکڑ لیں۔ اسی زمانہ میں سر سید احمد خاں نے بھی اپنی تعلیمی و سیاسی تحریک کی بنیاد اسی "مسلم نیشنلزم" پر رکھی۔ اس وقت سے آج تک ہندی مسلمانوں کی ساری علمی، تہذیبی اور سیاسی زندگی اسی محور پر گھوم رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نظام فکر جہاں بھی قائم ہوگا اسکی فطری برائیاں ساتھ ساتھ ظہور میں آئینگی۔ انہیں برائیوں میں سے ایک ہیرو ورشپ بھی ہے، بلکہ دراصل قومی رہنماؤں اور لیڈروں کی پرستش قوم پرستی کی جان ہے۔ اول اول یہ بدعت مولانا شبلی مرحوم نے نکالی۔ ناموران اسلام کا سلسلہ سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کیا تھا جس میں عمر فاروق، مامون

عباسی اور ملک شاہ سلجوقی، سب یکساں نامور اسلام تھے۔ اس کے بعد سے یہ تمیز ہی اٹھ گئی کہ فی الواقع اسلام کے نقطۂ نظر سے کس شخص کی کیا حیثیت ہے۔ ہر مسلمان جس نے کسی حیثیت سے دنیا میں نام پیدا کر لیا، نامور اسلام قرار دے لیا گیا، خواہ وہ اسلام کا مجرم ہی کیوں نہ رہا ہو۔ "مسلم قوم" کو فخر کرنے کے لیے چند تاریخی بت درکار ہیں تاکہ ان کے کارناموں اور ان کی شہرت کا سہارا لیکر یہ سر اٹھا سکیں یہ مقصد جن شخصیتوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہو انہیں ہیرو بنا لیا جائیگا اور وہ زبردستی اسلام کے سر تھیپک دیئے جائینگے۔

یہ کتاب بھی اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اس میں جہاں سعد بن ابی وقاص، خالد بن ولید، عمر ابن عبدالعزیز، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام غزالی، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اجمعین جیسے حضرات ناموران اسلام ہیں وہیں جعفر برمکی، متنبی، ابن سینا، حافظ شیرازی، ابو الفضل، غالب، سید احمد خاں، اور مصطفیٰ کمال جیسے لوگ بھی غریب اسلام ہی کے نامور بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے مطالعہ سے بچوں میں نیشنلزم کی اسپرٹ تو یقیناً پیدا ہو گی، لیکن وہ یہ نہ جانیں گے کہ اسلامی تحریک کے چلانے والے کون تھے اور اس سے انحراف کرنے والے بلکہ اسکی جڑ کاٹنے والے کون۔ تاہم اس لحاظ سے یہ کتاب ضرور مفید ہے کہ بہت سے بزرگوں کے مختصر حالات اس میں یکجا مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ زبان سلیس اور صاف ہے۔ پیرایہ بیان بھی بچوں کے لیے اچھا ہے۔

ٹیپو سلطان مرتبہ ایم۔ عبداللہ بٹ صاحب۔ ضخامت ڈھائی سو صفحات۔ قیمت غیر مجلد عہ۔ مجلد دو روپے۔ قومی کتب خانہ۔ لاہور۔

یہ کتاب پنجاب کے "وطن پرست مسلم طلبہ" نے شائع کی ہے۔ مختلف حضرات کے پیغامات، مضامین اور نظموں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ لکھنے والوں میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو اپنے کو "ترقی پسند" یا آزاد خیال کہتے ہیں اگرچہ بعض "غیر ترقی پسند" بھی شریک محفل ہو گئے ہیں۔ لیکن کسی نے ٹیپو سلطان

کی سیرت اور شخصیت پر گہری نظر نہیں ڈالی ہے۔ قریب قریب ہر ایک نے اسکو ہندوستان کی جنگ آزادی کا پہلا ہیرو اور نیشنلزم کا پہلا علمبردار ٹھیرایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ٹیپو ایک غلط ادارے یعنی بادشاہت کا نمایندہ تھا۔ اس جرم کی اسے جتنی چاہو سزا دے لو۔ مگر وہ بیچارا اتنا گیا گزرا تو نہ تھا کہ اسے آجکل کی قوم پرستی یا وطن پرستی کے تخیل سے وابستہ کردیا جائے۔ اچھا خاصا نیک مسلمان تھا اور کسی کالج میں نہیں گیا تھا۔ اُسکے سوانح حیات سے ہرگز یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ سی آر داس، اگو کھلے اور طیب جی ٹائپ کا انسان تھا۔ ہر وہ شخص جو ہندوستان میں رہ کر انگریزی سامراج کی مخالفت کرے نیشنلسٹ نہیں ہوجاتا۔ بہتر یہ ہوتا کہ ٹیپو سلطان کو اُسکے اصلی رنگ میں پیش کیا جاتا۔ اور وہ اصلی رنگ اُسکی پاکیزہ شخصی زندگی اور اس کا اعلیٰ اخلاق تھا۔ اُسکی شخصیت کی بلندی کا حقیقی جائزہ لینا ہو تو اسکو صرف انفرادی حیثیت سے دیکھنا چاہیے۔ اجتماعی کردار میں نہ وہ نیشنلسٹ تھا نہ مجاہد۔ کتاب بہرحال اس لحاظ سے یقیناً کارآمد ہے کہ ٹیپو کے بیشتر تاریخی حالات ایک جگہ مرتب کردیے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ اور جلد بھی خوشنما ہے۔

عہد حاضر کے بڑے لوگ | تالیف محمد مرزا صاحب دہلوی۔ قیمت ہر چہار حصہ دو روپے۔ دائرۂ ادبیہ، دریا گنج دہلی۔

اب تک اس کتاب کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں۔ مصنف کے اعلان کے مطابق چار حصے باقی ہیں۔ عہد حاضر کے بڑے لوگوں میں صرف سیاسی مدبروں اور حکمرانوں کو شامل کیا گیا ہے جن میں سے بعض مر چکے ہیں اور زیادہ تر زندہ ہیں۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ مسلم ممالک کے ہر مشہور آدمی کو بڑا تسلیم کرلیا گیا ہے۔ پہلے چار حصوں میں دس نام ہیں جن میں سات مسلمان ہیں۔ باقی حصوں میں آٹھ مزید شخصیتوں کا ذکر ہے جن میں ایک مسلمان ہے۔ یعنی عہد حاضر کے سولہ بڑے لوگوں میں سے خدا کے فضل سے آٹھ مسلمان ہیں۔ اگر کتاب کسی ہندو نے لکھی ہوتی تو ۱۶ میں سے ۱۲ ہندو ہوتے!

شائع شدہ حصوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا نقطۂ نظر سو فیصدی نیشنلسٹ ہے اور علمی تحقیق سے نیشنلزم کی دشمنی جیسی کچھ ہے، ظاہر ہے۔ مصنف نے مسلمان لیڈروں اور بادشاہوں کی تعریف و توصیف اور انکے کارناموں کو سراہنے میں بڑے غلو سے کام لیا ہے، اور انکی کمزوریوں کی خاصی ستر پوشی کی ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ترکی نیشنلزم سے انکو جتنی ہمدردی ہے اتنی عرب نیشنلزم سے نہیں ہے۔ جن باتوں پر وہ قوم پرست ترکوں کو سراہتے ہیں، انہی باتوں پر قوم پرست عربوں کی مذمت کرتے ہیں۔ کیا انکی نگاہ میں عرب اسلیے قصوروار ہیں کہ انہوں نے ترکی امپیریلزم کا جوا اپنے کندھے سے اتارنے کی کوشش کی؟

ایران، عراق اور مصر میں جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی "تغیرات" ہوئے ہیں، وہ سب مصنف کی نگاہ میں "اصلاحات" ہیں اور وہ ان کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کرتے ہیں۔ مسلم قوم پرستی کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر مسلم اگر تعزیے کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ لے تو علم جہاد بلند کردیا جائے، اور نام کا مسلمان اگر اسلام کے گلے پر چھری بھی پھیر دے تو زندہ باد کا نعرہ لگایا جائے، مگر عوام کے جذبات کو حرکت میں لانے کے لیے نام دونوں موقعوں پر اسلام ہی کا لیا جائے۔

خود دار خاتون ترجمہ محمد مرزا صاحب دھلوی قیمت ۸ ر دائرۂ ادبیہ، دریا گنج دھلی۔

آسکر وائلڈ کے ایک ڈرامے کا اردو ترجمہ ہے۔ وائلڈ نہ تو اچھا افسانہ نگار تھا اور نہ اچھا شاعر۔ اُس کا اصل میدان تھا ڈراما اور اس میں بھی صرف کمیڈی۔ ادبیات میں اُس کا نظریہ تھا فن برائے فن۔ اس عجیب اور بے معنی نظریے نے جسکے حامی خود اُسکے ہمعصروں میں بھی بہت کم تھے، وائلڈ کی تصانیف پر کچھ اچھا اثر نہ ڈالا۔ معاشرتی مسائل سے اُسے واقعی دلچسپی تھی مگر اپنے مخصوص طرز فکر کی وجہ سے وہ سوسائیٹی کی ہمدردی نہ حاصل کرسکا۔ جو نقوش اس نے انگریزی ادب پر چھوڑے ہیں انکی وجہ سے وہ مشہور کم بدنام زیادہ ہے۔ مثلاً اخلاقیات کا وہ سرے سے قائل نہ تھا جسکی جھلک اس کے افسانوں

ڈراموں اور نظموں میں صاف نظر آتی ہے۔ سماج کی اصلاح میں وہ کچھ کامیاب رہا۔

بایں ہمہ تمثیل پیش نظر ایک دلچسپ قصہ ہے جو کسی قدر سبق آموز ضرور ہے۔ ترجمہ کی زبان اچھی اور صاف ستھری ہے۔

اسلام کا نظام سیاسی | تالیف حکیم محمد اسحاق صاحب سندیلوی۔ قیمت ۴ر ملنے کا پتہ نمبر ۸۸ چمن گنج۔ کان پور۔

اس موضوع پر قریب کے زمانہ میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ خالص علمی تحقیق اور صحیح اسلامی ذہنیت کے بجائے جس چیز نے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے وہ "مسلم قوم پرستی" کا جذبہ ہے، اسی وجہ سے اسلام کے تصور ریاست اور نظام حکومت کو سمجھنے اور بیان کرنے میں سخت غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو نظریہ ایک غیر قومی اسٹیٹ بنانا چاہتا ہو، قومیت اور قوم پرستی کی عینک چڑھا کر اسکی صحیح صورت کیسے دیکھی جاسکتی ہے۔

زیر نظر کتاب دوسری تحریروں کی بہ نسبت بدرجہا غنیمت ہے، مگر مصنف نے بلا ضرورت مسلمانان ہند کے قومی مسئلے اور ہندو و انگریز کے ساتھ ان کے تعلقات کی بحث چھیڑ کر کتاب کی اصولی حیثیت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ پھر جہاں اصولی بحث کی ہے وہاں بھی اسلامی اصولوں کی برتری دکھاتے ہوئے مسلم قوم کو اچھالنے کی بے موقع کوشش کی ہے اور جابجا دوسری قوموں اور جماعتوں پر چوٹیں بھی کرتے گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس طریقہ سے مسلمانوں کے دل کا بخار تو نکل جاتا ہے، مگر اسلام کی طرف سے دلوں پر جو قفل چڑھ جاتے ہیں اس کا احساس کسی کو نہیں ہوتا۔

اصل مسئلہ کی تحقیق بہت زیادہ حد تک صحیح ہے، لیکن سائنٹیفک نہیں ہے۔ مثلاً دور حاضر کے دوسرے سیاسی، معاشی و معاشرتی نظاموں کو صرف برا کہا گیا ہے مگر انکے بنیادی اور اساسی اصولوں پر تنقید کر کے انکی کمزوری ثابت نہیں کی گئی ہے۔ کتاب پڑھکر کوئی شخص ہرگز

نہیں سمجھ سکتا کہ اسلام دوسرے نظامہائے سیاسی سے کیوں بہتر ہے۔ ایک اور بڑی خامی یہ نظر آتی ہے کہ اسلامی اسٹیٹ کے نظام اور دستور العمل پر کسی قدر تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے لیکن ہر پہلو تشنہ، غیر مرتب اور غیر مدلل ہے۔ تیسری کمی یہ ہے کہ اصطلاحات کی استعمال اور طرز بیان میں علم السیاست کی زبان سے کافی مدد نہیں لی گئی ہے۔ اس کا لحاظ بہت ضروری تھا۔ مجموعی طور پر کتاب اچھی، اپرُاز معلومات اور قابلِ مطالعہ ہے۔

ہندوستانی ضخامت ۷۹ صفحات مجلد۔ قیمت ۱۲ر مکتبۂ جامعہ۔ دہلی۔

یہ ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو آل انڈیا ریڈیو کی فرمائش پر ڈاکٹر تاراچند، مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد، ڈاکٹر ذاکر حسین خاں، پنڈت کیفی اور آصف علی صاحبان نے "ہندوستانی زبان" کے متعلق ارشاد فرمائی تھیں۔

زبان خدا کی ایک نعمت ہے جو انسان کو اسلیے ملی تھی کہ ایک دوسرے پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔ لیکن نیشنلزم اور سیاسی تعصبات نے جہاں خدا کی بہت سی نعمتوں کو لعنت بنایا ہے وہاں اس نعمت کو بھی لعنت بنا ڈالا۔ ہندوستان میں فطری رفتار کے ساتھ خود بخود ایک ایسی زبان نشوونما پا رہی تھی جس میں اس ملک کے زیادہ سے زیادہ باشندے تبادلۂ خیالات کر سکتے تھے۔ اس ملعون نیشنلزم نے آکر اسکی جڑ کاٹ دی اور مصنوعی زبانیں تیار کرنے کا راستہ لوگوں کو دکھایا۔ اب یہ دیکھ کر مزید غصہ آتا ہے کہ وہی لوگ جنکی رگ رگ میں سیاسی اغراض کا زہر اترا ہوا ہے، مصلح کا روپ دھارن کرکے آتے ہیں اور ہندی اور اردو کے درمیان ایک بیچ کی مصنوعی زبان "ہندوستانی" پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی ہی منافقت پر غالبؔ نے کہا تھا کہ "دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا"۔ یہ بناوٹی زبان جو محض سیاسی مصلحتوں کی خاطر پیدا کی جا رہی ہے، انتہائی تکلف کے ساتھ لکھی اور بولی جاتی ہے۔ جن حضرات کی تقریریں اس مجموعہ میں درج کی گئی ہیں ان میں سے اکثر نے بہت سوچ

سوانح کر بڑی محنت سے وہ "ہندوستانی" لکھی ہوگی جسے انہوں نے اپنی تقریروں میں ذریعۂ اظہار خیال بنایا ہے۔ اگر انہی حضرات سے کہا جائے کہ ذرا کھڑے ہو کر برجستہ کسی مسئلہ پر اپنے خیالات ظاہر کیجیے تو ہمیں یقین ہے کہ وہ "اپنے دیس کی یہ کھڑی بولی" چند جملوں سے زیادہ نہ بول سکینگے۔

خلاصۃ القرآن - پارۂ عم | مولوی اظہار الحسن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر۔ قیمت ۲ر حاجی عبدالقیوم تاجر کتب ۱۶ ویلزلی اسکویر۔ کلکتہ۔

عام فہم زبان میں پارۂ عم کی سورتوں کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر الفاظ کی مختصر تشریح بھی ہے، اور ترجمۂ آیات کے ساتھ سادہ اور مختصر تفسیر بھی۔ زبان میں پوربیت کا اثر غالب ہے کہیں کہیں بلا ضرورت صوفیانہ خیالات کی آمیزش کردی گئی ہے اور بعض مواقع پر ضعیف روایات کے مطابق تفسیر کی گئی ہے۔ بہرحال بحیثیت مجموعی عوام کے لیے یہ سلسلہ مفید ہو سکتا ہے بشرطیکہ اشاعت سے پہلے کسی معتبر عالم سے مشورہ لے لیا جائے۔

اساس انقلاب یا مراقبۂ نماز | مرتبہ مولانا ابوالحامد محمدؐ بن عبداللہ انصاری مقیم کابل۔ قیمت ۸ر تعداد صفحات ۱۸۲۔ ملنے کا پتہ :- کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی۔ مراد آباد۔

لائق مولف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے حقیقی نواسے ہیں اور عمر کا زیادہ حصہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی معیت میں گذارے ہوئے ہیں۔ جنگ عظیم کے زمانہ سے افغانستان میں مقیم ہیں۔ اور حکومت افغانی کی بہت سی سیاسی خدمات انجام دیچکے ہیں۔ اساس انقلاب موصوف کے پختہ خیالات، گہرے مطالعہ اور قرآنی فہم کا مرقع ہے۔ اس میں انہوں نے اسلام کے اصلی نظریۂ حکومت و سلطنت کو ملحوظ رکھ کر پوری تفصیل کے ساتھ یہ دکھایا ہے کہ اقامت نماز کے ذریعہ سے انسانوں کی جماعت کس طرح مطلوبہ انقلاب برپا کرنے اور فرائض خلافت انجام دینے کے لیے تیار ہوتی ہے، اور اس ٹریننگ کے بغیر سوسائٹی میں اسلامی انقلاب برپا ہونا کیوں ناممکن

ہے - الحمد للہ کہ پوری کتاب نہایت قیمتی جواہر سے لبریز ہے، اور بڑے بڑے لطیف نکات فاضل مصنف کے قلم سے نکلے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہندوستان سے باہر طویل قیام کرنے کی وجہ سے فاضل مصنف اب اردو لکھنے پر اچھی طرح قادر نہیں رہے ہیں اور انکی تحریر عام ناظرین کے لیے ایک معمّا معلوم ہوتی ہے - کیا ہی بہتر ہوتا کہ مولانا کے ان پاکیزہ خیالات کو اردو زبان کا کوئی اچھا ادیب سلیس و عام فہم انداز بیان میں مرتب کر دیتا -

سیاسی انقلابات | تالیف مولوی محمد میاں صاحب مراد آبادی معروف بہ "مسلم سوشلسٹ" قیمت ۵ر تعداد صفحات ۸۰ ملنے کا پتہ :- کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی مراد آباد -

یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے - پہلے باب میں انبیاء کی بعثت کا مقصد بتایا گیا ہے دوسرے میں حقوق انسانیت پر بحث کی ہے - تیسرے باب میں ظہور اسلام سے پیشتر کی اور چوتھے میں موجودہ انسانی حالت کا نقشہ کھینچا ہے - پانچویں باب میں عقیدۂ توحید کی تشریح ہے اور چھٹے میں عقیدۂ رحمۃ اللعالمین کی پھر آخری باب میں یہ بتایا ہے کہ عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رحمۃ اللعالمین کا اثر سیاسیات عالم پر کیا ہوا -

اصل اس کتاب کا موضوع نظریۂ سیاسی ہے اور اسکی اساس حجۃ اللہ البالغہ پر رکھی گئی ہے - قابل مولف نے مضمون کو اچھا نبا ہا ہے - اس کا مطالعہ فائدے سے خالی نہ ہوگا - کاش اتنے بلند نظریات رکھنے والے لوگ یہ محسوس کریں کہ بازار کے چلتے ہوئے ناموں کا سہارا لیکر اٹھنا کس قدر پست درجہ کا فعل ہے - اللہ کے رکھے ہوئے نام "مسلم" میں کس چیز کی کمی تھی کہ اس پر "سوشلسٹ" کے اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی؟

حکومت الٰہی اور امامۃ امت کا دستور اساسی | یہ دونوں پمفلٹ مولانا ابو الحامد محمد بن عبد اللہ انصاری نے تحریر فرمائے ہیں اور کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی مراد آباد نے شائع کیے ہیں - قیمت دونوں کی

ہم رہے ہے۔ امامتِ امت کے دستور اساسی ہیں مصطلحاتِ سیاسی کی تشریح ووضاحت ہے اور حکومتِ الٰہی میں دستور اساسی کا ایک خاکہ کھینچا گیا ہے۔ یہ پمفلٹ اصل فارسی سے اردو میں مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی نے ترجمہ کیے ہیں اور قابل مطالعہ ہیں۔ افسوس ہے کہ زبان اور انداز بیان دونوں گنجلک ہیں۔ حقائق بجائے خود قیمتی ہیں مگر انکو پیش کرنیکا طریقہ بہت پرانا ہے اور موجودہ زمانہ کے لٹریچر میں جگہ پانا اسکے لیے مشکل ہے۔

اسلام اِن دی ورلڈ مصنفہ ڈاکٹر زکی علی۔ قیمت للعہ۔ ملنے کا پتہ:۔ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار۔ لاہور۔

ڈاکٹر زکی علی ترکی النسل مسلمان ہیں۔ مصر میں رہنے کی وجہ سے عربی زبان بھی جانتے ہیں انگریزی بھی سیکھی ہے اور فاصی لکھتے ہیں۔ مصر میں طبابت کر رہے تھے کہ ایک طبی کام کے سلسلہ میں انکو یورپ کے سفر کا موقع ملا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ "لوگوں کو اسلام کے متعلق قطعاً کوئی واقفیت نہیں ہے بلکہ بہت سی بدگمانیاں دلوں میں سمائی ہوئی ہیں"۔ نیز انہیں یہ بھی محسوس ہوا کہ "مغربی ممالک اور اسلامی دنیا کے تعلقات ایک مرض مزمن سے مشابہت رکھتے ہیں" اسلیے انہوں نے ایک ڈاکٹر کی طرح اس مرض کی تشخیص اور علاج کی طرف توجہ کی"۔ لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا معیار علم ونظر ہمارے اُن عام نوجوانوں سے جو یورپ جایا کرتے ہیں، کچھ زیادہ بلند نہ تھا۔ اسلام کے ساتھ اُنکو اسلیے عقیدت تھی کہ یہ اُن کا دین آبائی ہے۔ اور مسلمانوں سے اسلیے ہمدردی و دلچسپی تھی کہ یہ اُنکی ہم مذہب قوم ہے۔ اسلیے مذکورہ بالا حالات کو دیکھکر اُن کے دل میں اُسی طرح اسلام اور مسلمانوں کے لیے درد پیدا ہوا جس طرح اُن جیسے بہت سے زائرین یورپ کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، مگر اسلام کے متعلق معلومات کی کمی، صحیح اسلامی فکر ونظر سے محرومی، اور اسلام کو مسلم قومیت کے ساتھ خلط ملط کر دینے کی وجہ سے وہ اُس کام کو انجام نہ

دے سکے جس کا بار انہوں نے محض جذبات کے جوش میں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا - انہوں نے اس کتاب میں ایک طرف تو ایک خوفزدہ ہمسایہ کی طرح اپنے طاقتور ہمسایہ (یعنی یورپ) کو یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں سے اسکو کوئی خطرہ نہیں ہے، تاکہ ترقی و نہضت کے لیے مسلمان جو کوششیں کر رہے ہیں انکو وہ بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھے اور جو کچھ یہ کرنا چاہتے ہیں کرنے دے۔ دوسری طرف وہ اسلام کو چھیل بنا کر مغربی مذاق کے مطابق تیار کرنیکی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اس پر ناک بھوں چڑھانا چھوڑ دے اور مان لے کہ یہ اسلام تو کچھ اُس کی اپنی تہذیب سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہے۔

کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ۹ باب ہیں اور دوسرے میں ۴۔ پہلے حصہ میں "پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم"، "اسلام"، "قرآن"، "اسلامی سیاست"، "خلافت"، "اسلامی تہذیب اور اشاعتِ اسلام" وغیرہ کو موضوع بحث قرار دیا ہے۔ اور دوسرے حصہ کے عنوانات یہ ہیں "اسلام کی موجودہ بیداری"، "اسلام کی آزادی"، "اسلام اور بین الاقوامی معاملات" اور "اسلام و دنیا" میں یہ عنوانات خود اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ بیچارہ ڈاکٹر اسلام اور مسلمانوں کو ایک چیز سمجھ رہا ہے اور جہاں مسلمان کا لفظ بولنا چاہیے وہاں اسلام کا لفظ بولتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خود مسلمان ہی اسلام اور مسلمانوں کو اس طرح خلط ملط کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے لگیں تو تعجب کرنا چاہیے اگر ایک مغربی سیاح مشرق میں "اسلام" کو بھیک مانگتے اور بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے اور ایک ایک کوڑی پر ایمان بیچتے دیکھکر اسلام کی طرف سے نفرت و حقارت کا جذبہ لیے ہوئے واپس جائے۔

اسلام کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی معلومات اتنی ہی سطحی ہیں مگر مجتہدانہ اظہار رائے کرنے میں انکی جسارت کا وہی حال ہے جو اُن کے طبقہ کے دوسرے لوگوں کا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں "عورتوں کے لیے برقعہ کا حکم قرآن میں کہیں نہیں ہے، یہ ایک اجنبی رسم ہے جو باہر سے مسلمانوں میں آگئی ہے۔" اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی کہ "اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو عورت کو

سوسائیٹی میں وہ جگہ لینے سے روکے جو یورپ کے مہذب ممالک میں اُسے حاصل ہے" خیر، یہ تو پھر بھی ایک جزئی مسئلہ تھا۔ ایک دوسری جگہ تو فاضل ڈاکٹر نے یہ قاعدہ کلیہ ہی سطے فرما دیا ہے کہ "اگر کسی قانون کے اتباع سے مضر اثرات پیدا ہوں تو اُس قانون میں ترمیم کرکے اُسے زمانہ کی ضروریات کے مطابق بنا لینا چاہیے" اب اسکے بعد اسلام کی لچک اور سیمابیت میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے؟ خدا کے بنائے ہوئے قانون کو بندے جب نامناسب سمجھیں، منسوخ کردیں اور اس کی جگہ جو دوسرا قانون چاہیں خود تصنیف کرکے اس کا نام خدا کا قانون رکھ دیں! کس قدر خوب سمجھا ہے ہمارے طبیب حاذق نے اسلام کو۔ ایسی ہی تحریروں کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دل میں اسلام کے لیے جو قوم پرستانہ درد اٹھتا ہے وہ بیچارے اسلام کے لیے نادان کی دوستی سے کچھ کم بلا نہیں ہے۔

اس تنقید سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کتاب میں عیوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ فی الواقع اس میں دنیا کی مختلف مسلمان قوموں کے متعلق بہت سی مفید معلومات جمع کی گئی ہیں جو کسی دوسری جگہ یکجا نہ ملینگی۔